Volume 04, Issue 01,
January-March 2026
PP: 96-114
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

اسلامی فکر میں تفاؤل اور رمزیت کا تصور: شرعی حیثیت، نبوی اسلوب اور معاصر افادیت کا تحقیقی مطالعہ

The Concept of Optimism (Tafāʼul) and Symbolism (Ramz) in Islamic Thought: A Research Study of Shariah Perspectives, Prophetic Methodology, and Contemporary Relevance

Article QR

Dr. Ilyas Ahmad[1]***, Dr. Atiqullah***[2]***, Mr. Abdur Rafiq***[3]

Article History

Received
12-03-2026

Accepted
30-03-2026

Published
31-03-2026

Abstract & Indexing

Abstract

This study examines the intricate relationship between optimism (tafāʾul) and symbolism (ramz) in Islamic thought, arguing that Islam transforms internal hope into an active and meaningful semiotic framework for psychological and spiritual renewal. Through a qualitative analysis of classical linguistic traditions and Sharīʿah texts, the research situates tafāʾul as a natural outcome of theistic optimism (ḥusn al-ẓann bi-Allāh), clearly distinguishing it from superstitious practices such as taṭayyur. The study further analyzes the semiotic relationship between the signifier (dāll) and the signified (madlūl) within Prophetic practices, highlighting examples such as the symbolic transformation of the cloak (taḥwīl al-ridāʾ) and the intentional practice of renaming as expressions of constructive meaning-making. In addition, a critical exegesis of Qurʾānic narratives—particularly the symbolic progression of the shirts of Prophet Yūsuf (ʿalayhi al-salām)—reveals a coherent "symbolism of hope" rooted in metaphysical reality rather than mere abstraction. The findings suggest that Islamic symbolic optimism provides a robust ontological and epistemological foundation that surpasses the limitations of purely materialistic notions of "positive thinking." By integrating faith, meaning, and symbolism, it offers a comprehensive therapeutic framework capable of addressing contemporary psychological and spiritual crises, especially those rooted in despair, anxiety, and loss of meaning.

Keywords:

Tafāʾul, Ramz, Ḥusn al-Ẓann bi-Allāh, Islamic Optimism, Symbolism in Islam, Semiotics, Dāll and Madlūl, Prophetic Practices, Tahwīl al-Ridāʾ, Onomastics in Islam, Qurʾānic Symbolism, Sūrat Yūsuf, Spiritual Psychology, Islamic Epistemology.

[1] *Lecturer, Islamic Studies, SBB University Sheringal, Dir Upper KP (PAK).* Ilyasahmad99@gmail.com
[2]*Lecturer, Islamic Studies, SBB University Sheringal, Dir Upper KP (PAK).* atiqullah@sbbu.edu.pk
[3]*Senior Theology Teacher, Govt High School Badarkani, Dir Upper KP (PAK).* arafiqroughani@gmail.com

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

یہ تحقیقی مقالہ اسلامی فکر میں تفاؤل (نیک فالی) اور رمزیت (Symbolism) کے عمیق باہمی ربط کا جائزہ لیتا ہے، اور یہ مقدمہ پیش کرتا ہے کہ اسلام داخلی امید کو نفسیاتی اور روحانی تعمیرِنو کے لیے ایک فعال سیمیائی طریقہ کار (Semiotic Methodology) میں تبدیل کر دیتا ہے۔ کلاسیکی لسانی فریم ورک اور شرعی مآخذ کے کیفیتی تجزیے (Qualitative Analysis) کے ذریعے یہ مطالعہ تفاؤل کو "حسنِ ظن باللہ" کے ایک لازمی ثمر کے طور پر متعین کرتا ہے، اور اسے توہم پرستانہ بدشگونی (تطیر) سے ممتاز کرتا ہے۔ تحقیق میں اسلوبِ نبوی ﷺ کے تحت "دال (Signifier)" اور "مدلول (Signified)" کے باہمی تعلق کا باریک بینی سے تجزیہ کیا گیا ہے، جس میں "تحویلِ رداء" (چادر پلٹنا) جیسے افعال اور ناموں کی تبدیلی کے فلسفے کو بطور خاص موضوع بنایا گیا ہے۔ قرآنی قصص کا تنقیدی مطالعہ، بشمول حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کے رمزی ارتقاء کے، ایک ایسی "امید کی رمزیت" کو بے نقاب کرتا ہے جو مابعد الطبیعیاتی حقیقت میں پیوست ہے۔ مقالے کے نتائج یہ ثابت کرتے ہیں کہ اسلامی رمزی تفاؤل، محض مادی بنیادوں پر استوار "مثبت طرزِ فکر" کے مقابلے میں کہیں زیادہ مستحکم وجودی بنیادیں فراہم کرتا ہے، جو یاسیت کے عصری بحرانوں کے حل کے لیے ایک جامع شفائیہ نظام (Therapeutic Framework) کی حیثیت رکھتا ہے۔

1. مقدمہ اور پس منظر (INTRODUCTION & BACKGROUND)

اسلامی الٰہیات اور عمرانیات میں امید (Raja) اور رمزیت (Symbolism) کو محض اخلاقی اقدار کے طور پر نہیں، بلکہ ایک وجودی (Ontological) ضرورت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جاہلی دور کا عرب معاشرہ تقدیر پرستانہ یاسیت (Fatalistic Despair) اور توہم پرستی کے حصار میں جکڑا ہوا تھا، جہاں پرندوں کی پرواز اور مخصوص مہینوں کی نحوست انسانی ارادے کو مفلوج کر دیتی تھی۔ اسلام نے اس جاہلانہ طرزِ فکر کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا اور انسان کو ایک ایسی کائناتی حقیقت سے روشناس کرایا جہاں ہر تنگی کے ساتھ آسانی کی رمز پوشیدہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے انسانی نفسیات کو خوف کے مرکز سے نکال کر "فعال امید (Active Hope)" کے محور پر استوار کیا۔ یہ ایک تزویراتی نفسیاتی انقلاب تھا جس نے "دال" (مادی علامت) کو "مدلول" (مابعد الطبیعیاتی خیر) کے ساتھ مربوط کر دیا۔ تفاؤل اور رمزیت کا یہ امتزاج اسلامی فکری ڈھانچے میں اس لیے ناگزیر ہے کیونکہ یہ انسانی عزم کو اللہ کی صفتِ رحیمی سے جوڑتا ہے۔

عصرِ حاضر میں، جہاں مادی ترقی کے باوجود عالمی سطح پر "یاسیت کی منطق (Logic of Despair)" اور "میکانی طرزِ زندگی" غالب ہے، اسلامی تفاؤل کے اس سیمیائی اور شرعی فریم ورک کی تفہیم ناگزیر ہو چکی ہے۔ یہ مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ جدید انسان کو محض مادی اسباب کے خوف سے نکال کر توکل اور شرحِ صدر کی ان مابعد الطبیعیاتی بنیادوں سے ہم آہنگ کیا جا سکے جو کسی بھی ظاہری تبدیلی سے متاثر نہیں ہوتیں۔ کیونکہ مروجہ مادی مثبت طرزِ فکر (Positive Thinking) اکثر خوش فہمی (Wishful Thinking) 'پر مبنی ہوتا ہے، جبکہ اسلامی تفاؤل 'ایمان باللہ' اور 'حقیقت پسندی' پر استوار ہے۔"

2. لسانی اور اصطلاحی فریم ورک (LINGUISTIC & CONCEPTUAL FRAMEWORK)

اسلامی فکر میں تفاؤل کی تفہیم کے لیے ان اصطلاحات کی لسانی جڑوں تک پہنچنا ضروری ہے، جہاں" لفظ " محض ایک صوتی لہر نہیں بلکہ حقیقت سازی کا ایک آلہ (Reality-shaping tool) ہے۔

تفاؤل کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

لغتِ عرب میں تفاؤل کا مادہ" ف ا ل "ہے، جس کے معنی نیک شگون یا اچھی بات کے ہیں۔ [1] معجم اللغة العربية المعاصرة کے مطابق عربی زبان میں "تفاؤل" سے مراد ایک ایسی نفسیاتی کیفیت اور میلان ہے جو انسان کو اشیاء کے مثبت اور خیر والے پہلو دیکھنے پر آمادہ کرتا ہے۔ لغوی ماہرین کے مطابق، تفاؤل کا استعمال اس تفاؤل (نیک فال) پر مبنی ہوتا ہے کہ انسان زندگی کے معاملات میں پر امید رہے اور یہی امید اسے

زندگی کی مشکلات اور مصائب برداشت کرنے میں مدد فراہم کرے۔[2] دستور العلماء میں اسے " فال گرفتن "سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کا مقصد مستقبل کے بارے میں مثبت توقعات قائم کرنا ہے۔[3] علامہ تھانویؒ کشاف اصطلاحات الفنون میں لکھتے ہیں کہ تفاؤل عام ہے، جو خوشی اور غمی دونوں پر بولا جا سکتا ہے، لیکن شرعی استعمال میں یہ صرف " خیر "کے لیے مخصوص ہو چکا ہے، جبکہ " شر "کی پیش گوئی کو تطیر کہا جاتا ہے۔[4] دوسری جانب" رمز "کا لغوی معنی" اشارہ کرنا "ہے۔ یہ اشارہ زبان سے ہو، آنکھ سے یا کسی مادی فعل سے۔ مرتضیٰ زبیدیؒ تاج العروس میں رقمطراز ہیں کہ رمز ہر وہ پوشیدہ اشارہ ہے جو کسی وسیع معنی کی ترجمانی کرے۔[5] سیمیائی نقطہ نظر سے رمزیت کا تفاؤل سے گہرا تعلق ہے؛ تفاؤل جب کسی لفظ یا فعل کی صورت اختیار کرتا ہے تو وہ" رمز "بن جاتا ہے۔ مثلاً مسافروں کے گروہ کو" قافلہ "کہنا (جس کا لغوی معنی واپس لوٹنے والا ہے) اس امید کی رمز ہے کہ اللہ انہیں خیریت سے واپس لائے گا۔[6] یہاں لفظ" قافلہ "ایک ایسی سیمیائی علامت ہے جو سفر کے آغاز ہی میں "بخیر واپسی "کے تصور کو ذہنوں میں راسخ کر دیتی ہے۔

تفاؤل، تشاؤم، تطیر اور میں فرق: اسلامی فکر میں انسانی نفسیات اور مابعد الطبیعیاتی اثرات کے حوالے سے ان تینوں اصطلاحات کے درمیان واضح فنی اور شرعی حدود متعین کی گئی ہیں تاکہ مومن کا عقیدہ توحید اور عمل متاثر نہ ہو۔

ا۔ تفاؤل (Optimism/ Good Omen)

لغتِ عرب میں اس کا مادہ 'ف ا ل' ہے، جس کے معنی نیک شگون یا اچھی بات کے ہیں[7]۔ :اللہ کی صفتِ رحیمی پر یقین رکھتے ہوئے اچھی علامات، کلمہِ حسنہ یا نیک نام سے خیر کی امید وابستہ کرنا 'تفاؤل' کہلاتا ہے[8]۔ : یہ ایک مستحب اور پسندیدہ عمل ہے کیونکہ یہ اللہ کے بارے میں "حسن ظن "(اچھی سوچ) پیدا کرنے کا ذریعہ ہے[9]۔ جیسا کہ: کوئی بیمار شخص کسی پکارنے والے سے "یا سالم" (اے تندرست!) سن لے اور اسے اپنی شفا کا تفاؤل بنا لے[10]۔ یہ عمل انسان کو مایوسی سے نکال کر عمل پر ابھارتا ہے[11]۔

۲۔ تطیر اور تشاؤم (Superstition/ Pessimism)

تطیر کا لفظ 'طیر' (پرندہ) سے نکلا ہے، کیونکہ اہل جاہلیت پرندوں کے اڑنے کی سمت سے فال لیتے تھے[12]۔ تشاؤم کا مادہ 'شؤم' ہے جو خیر کی ضد (نحوست) کے لیے استعمال ہوتا ہے[13]۔ کسی مادی شے، آواز یا پرندے کی حرکت کو بذاتِ خود منحوس سمجھنا اور اسے اپنے نفع و نقصان کا ذمہ دار قرار دے کر کسی کام سے رک جانا 'تطیر' یا 'تشاؤم' ہے[14]۔ شریعت نے اسے "سوءِ ظن "(بدگمانی) اور جاہلانہ وہم قرار دے کر حرام کیا ہے کیونکہ اس میں غیر اللہ کی تاثیر کا فاسد عقیدہ چھپا ہوتا ہے۔ تطیر انسان میں "نفسیاتی مفلوجی" پیدا کر کے اسے رنج و غم میں مبتلا کر دیتی ہے، جس سے اس کے دنیاوی و دینی امور بگڑ جاتے ہیں[15]۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے: «وَالْفَأْلُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الطِّيَرَةِ».[16] "اور نیک شگون (اچھی بات کی امید) مجھے بدفالی (نحوست لینے) سے زیادہ پسند ہے۔"

وضعِ کنیت اور تفاؤل کا فلسفہ

نام اور کنیت کا انتخاب محض شناخت کے لیے نہیں، بلکہ یہ مستقبل سے وابستہ انسانی تمناؤں اور "نیک فال" (تفاؤل) کا خوبصورت اظہار ہے۔ امام رازیؒ[17] اور شیخ شعراویؒ[18] کے افکار کے مطابق، کسی کو اولاد کی پیدائش سے قبل ہی 'ابو عمرو' یا 'ابو الفضل' جیسی کنیت سے پکارنا دراصل ایک "دعائیہ رمز" ہے، جس کا مقصد اللہ سے طویل عمر اور صاحبِ فضیلت اولاد کی امید رکھنا ہے۔ تفاؤل کا یہ پہلو اتنا گہرا ہے کہ بعض اوقات یہ 'ضد (Opposite)' (ایماء الی الضد) کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے؛ جیسے موت کے فرشتے کو 'ابو یحییٰ' (زندگی کا باپ) کہنا، جو اس یقین کو ظاہر کرتا ہے کہ موت درحقیقت ابدی زندگی کا نقطہ آغاز ہے۔ یوں اسلامی روایت میں کنیت سازی کا عمل انسان کی مثبت سوچ، خیر کی طلب اور اللہ کی رحمت سے جڑی مستقل امید کا عکاس ہے۔

تفاؤل ورمز کی منتخب لسانی و اصطلاحی مثالیں:

عربی زبان کی وسعت یہ ہے کہ اس میں بعض الفاظ کا استعمال محض حقیقت کے بیان کے لیے نہیں، بلکہ ایک "رمزی تفاؤل" (Symbolic Optimism) کے طور پر کیا جاتا ہے۔ عربی لسانیات میں تفاؤل کی بعض مثالیں محض القابات نہیں بلکہ " ایماء الی الضد " (Allusion to the opposite) کی بہترین سیمیائی مثالیں ہیں:

1. **ناہل**: پیاسے کو 'ناہل' کہنا (جس کا لغوی معنی 'سیراب ہونے والا' ہے) اس امید کی رمز ہے کہ اللہ اسے جلد سیراب کرے گا۔[19]
2. **سلیم**: سانپ کے ڈسے ہوئے کو 'سلیم' (سلامتی والا) پکارنا۔ یہاں " دال "(سانپ کا ڈسا ہوا) اپنی مادی حالت میں مضطرب ہے، مگر "مدلول "(سلامتی) کے ذریعے اس کی نفسیاتی حالت کو شفا کی طرف موڑا گیا ہے۔[20] «وقوله: " إن سيد الحي سليم ": أي لديغ. السليم: هو الملدوغ. قيل: سمي بذلك على طريق التفاؤل بالسلامة».[21] اور ان کا قول: "بیشک قبیلے کا سردار 'سلیم' ہے" یعنی اسے (سانپ نے) ڈس لیا ہے۔ 'سلیم' کے معنی ڈسے ہوئے شخص کے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس کا یہ نام 'سلامتی' کی نیک فال (اچھی امید) لینے کے طور پر رکھا گیا ہے۔
3. **مفازہ**: ہلاکت خیز ریگستان کو 'مفازہ' (کامیابی کی جگہ) کہنا تاکہ مسافر میں ہلاکت کے خوف کے بجائے " فوز "(کامیابی) کا یقین پیدا ہو۔ علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں: «مَفَازَةً عَلَى جِهَةِ التَّفَاؤُلِ».[22] (لفظ) 'مفازہ' (کامیابی کی جگہ)، بطورِ نیک فال (اچھی امید کے طور پر استعمال ہوا ہے)۔
4. **قافلہ**: سفر پر روانہ ہونے والے گروہ کو 'قافلہ' (واپس لوٹنے والا) کہنا۔ یہ ایک رمزی دعا ہے کہ سفر کا اختتام بخیر واپسی پر ہو گا۔[23]
5. **ابو البیضاء**: ایک سیاہ فام شخص کو اس کی سیرت کی سفیدی اور پاکیزگی کی بنا پر " ابو البیضاء "(سفیدی والا) پکارنا۔ یہ مادی خدوخال سے بلند ہو کر روحانی خیر سے تفاؤل لینے کی بلند ترین مثال ہے۔[24]
6. **نقص کو کمال میں بدلنے کی امید**: اہلِ عرب پاؤں کے ٹیڑھے پن (کجی) والے شخص کو اس کی معذوری کے برعکس **'احنف'** (سیدھا/مائل بہ استقامت) اس تفاؤل پر کہتے تھے کہ اللہ اسے کجی سے نکال کر راستی اور اعتدال عطا فرمائے۔[25]
7. **طویل عمری اور خوشحالی کی امید**: نام 'عائشہ' (عیش کرنے والی/زندہ رہنے والی) اس تفاؤل پر رکھا جاتا ہے کہ جس کا یہ نام ہے، اللہ تعالیٰ اسے لمبی زندگی، عافیت اور خوشحال معیشت عطا فرمائے۔[26]
8. **طویل زندگی اور بقا کی امید**: نام **'عمر'** (زندگی/بڑھوتری) اس تفاؤل پر رکھا جاتا ہے کہ جس کا یہ نام ہے، اللہ تعالیٰ اسے طویل عمر عطا فرمائے اور وہ دیر تک زندہ سلامت رہے۔[27]
9. **خوشی کے تکرار اور لوٹ آنے کی امید**: خوشی کے اس دن کو 'عید' (لوٹ کر آنے والی) اس تفاؤل پر کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مسرت اور رونق کو انسان کی زندگی میں بار بار لوٹائے۔[28]
10. **نام 'شیبہ' (بڑھاپے کی علامت)**: اہلِ عرب اپنے بچوں کا نام 'شیبہ' (سفید بالوں والا/بوڑھا) اس تفاؤل پر رکھتے تھے کہ یہ بچہ لمبی عمر پائے گا اور بڑھاپے کی عمر تک پہنچ کر سفید بالوں والا ہو گا۔ امام نوویؒ کے مطابق اس تسمیہ (نام رکھنے) کے پیچھے یہ نیک فال چھپی ہوتی تھی کہ بچہ بچپن ہی میں لقمہ اجل نہ بنے بلکہ اللہ اسے اتنی زندگی دے کہ وہ بڑھاپے کی حد کو چھو لے۔[29]

11. **شفا اور صحت یابی کی امید :** اہلِ عرب جادو زدہ شخص کو (جس کی عقل یا صحت متاثر ہو) 'مطبوب' (علاج کیا گیا یا صاحب علاج) اس تفاؤل پر کہتے تھے کہ جس طرح طبیب بیمار کا علاج کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس مسحور شخص کو بھی جادو کے اثر سے نجات دے کر کامل شفا اور تندرستی عطا فرمائے۔[30]

12. **عظمت کی بلندی اور سلامتی کی امید :** اوپر چڑھنے کے ذریعے (سیڑھی) کو 'سُلَّم' اس تفاؤل پر کہا جاتا ہے کہ بلند چیزوں کے حصول کے اس سفر میں انسان ہر طرح کی آفات سے **سلامت** رہے اور بخیر و عافیت اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائے۔[31]

13. **مغفرت اور رحمتِ الٰہی کی امید (مرحوم کا لفظ) :** اہلِ اسلام میں یہ عام رواج ہے کہ وفات پا جانے والے شخص کے نام کے ساتھ "مرحوم" (جس پر رحم کیا گیا) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ لغتِ عرب کے معاصر ماہرین کے مطابق، میت کے لیے اس لفظ کا انتخاب اس تفاؤل (نیک فال) پر مبنی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی خاص رحمت اور عفو و درگزر سے مالا مال فرمائے۔[32]

یہ تمام مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ لغتِ عرب میں "لفظ" محض ایک اطلاع نہیں بلکہ ایک "نفسیاتی علامت" (Psychological Symbol) ہے۔ جب انسان کسی منفی حالت کے لیے مثبت لفظ استعمال کرتا ہے، تو وہ دراصل اپنے شعور میں تفاؤل پیدا کرتا ہے اور اللہ سے خیر کا سوال کرتا ہے۔ یہی وہ لسانی بنیاد ہے جس پر نبوی ﷺ تفاؤل کی عمارت قائم ہے۔

3. تفاؤل کی شرعی حیثیت اور حسنِ ظن باللہ (SHARIAH STATUS & THEOLOGY OF HOPE)

تفاؤل کی شرعی حیثیت محض اباحت (Permissibility) سے بلند ہو کر استحباب (Desirability) تک پہنچ جاتی ہے کیونکہ یہ "توحیدِ عملی" کا ثمر ہے۔[33] اس کی جڑیں حدیثِ قدسی «أنا عند ظن عبدي بي»[34] (میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں) میں پیوست ہیں۔[35] امام نوویؒ کے مطابق، تفاؤل اس لیے پسندیدہ ہے کیونکہ جب انسان اللہ کے فضل کی امید رکھتا ہے تو وہ مستقل "خیر" کی حالت میں ہوتا ہے۔[36] اس کے برعکس، "تطیر" (بدشگونی) کو حرام قرار دیا گیا کیونکہ اس میں غیر اللہ کی تاثیر کا وہم اور اللہ سے "سوءِ ظن" پایا جاتا ہے۔[37] امام غزالیؒ کے افکار کی روشنی میں تفاؤل دراصل "توکل" کا وہ فعال اظہار ہے جو انسان کو مادی اسباب کے جبر سے آزاد کر کے مسبب الاسباب کی صفتِ رحیمی سے جوڑ دیتا ہے۔ شریعت میں تفاؤل کو "فالِ حسن" کہا گیا ہے، جو انسان کے اندر "رجاء (Hope)" پیدا کر کے اسے عملِ مسلسل پر ابھارتا ہے۔ یہ محض ایک ذہنی خوش فہمی نہیں بلکہ اللہ کی قدرتِ کاملہ پر ایقان کا رمزی اظہار ہے۔[38]

4. قرآنِ کریم میں تفاؤلی اور رمزی اسلوب (SYMBOLISM IN THE QURAN)

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف قصص، تمثیلات اور اصطلاحات کے ذریعے مادی علامتوں کو "امیدِ سحر" کی رمز بنایا ہے۔ یہ اسلوب انسانی نفسیات کو مایوسی سے نکال کر اللہ کی رحمت پر یقینِ کامل فراہم کرتا ہے[39]۔

الف: قرآنی قصص میں رمزی تفاؤلات (Case Studies) انبیاء علیہم السلام کے واقعات میں مادی اشیاء کو تفاؤل اور تبدیلیِ حالات کی علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے:

1. **واقعہ حضرت یوسفؑ (شفاء اور رحمت کا تفاؤل) :** حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنا قمیص اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف روانہ کرنا محض ایک مادی لباس کی منتقلی نہیں تھی، بلکہ یہ تفاؤل اور امید کا ایک واضح پیغام تھا۔ مفسرین اور لسانی ماہرین کے نزدیک اس قمیص کے ذریعے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بصارت کا لوٹنا اس بات کی علامت تھی کہ اللہ کی رحمت طویل آزمائش اور مایوسی کے دور کو شفا اور خوشی میں بدلنے پر قادر ہے۔ یہ واقعہ خاندان کی دوبارہ شیرازہ بندی، برسوں کے غم کے خاتمے اور دھوکے کے دور سے نکل کر "الٰہی رحمت اور اکرام" کے دور میں داخل ہونے کا ایک عظیم تفاؤلی اشارہ تھا۔[40] یہاں قمیص محض

ایک کپڑا نہیں بلکہ 'بشارت' کی مادی علامت (Signifier) ہے جو حضرت یعقوبؑ کے لیے 'ادراکِ خیر (Signified)' کا ذریعہ بنی۔

2. **واقعہ حضرت عزیرؑ (قومی احیاء کا تفاؤل):** حضرت عزیرؑ کے سامنے سو سال بعد گدھے کی ہڈیوں کا دوبارہ جڑنا اور زندگی کا لوٹنا اس بات کی رمز تھی کہ اللہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔ مفسرین کے مطابق یہ بنی اسرائیل کی بکھری ہوئی شیرازہ بندی اور "قومی احیاء" کا تفاؤلی اشارہ تھا[41]۔

3. **واقعہ حضرت ابراہیمؑ (نفوس کا احیاء اور غلبہِ صفات کی رمز):** حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پرندوں کے مشاہدے کا مطالبہ شک پر نہیں بلکہ علمِ نظری سے عین الیقین (علمِ ضروری) کی طرف منتقلی پر مبنی تھا تاکہ قلب کو وہ پائیدار سکون حاصل ہو جائے جہاں استدلال کی مشقت ختم ہو جاتی ہے [42]۔ رمزیہ نقطہ نظر سے یہ چار پرندے (مور، نسر، مرغا اور کوا) انسانی نفس کے ان چار رذائل (حبِ جاہ، حرصِ طعام، شہوت اور طمع) کی علامت تھے جنہیں "ذبح" کیے بغیر طائرِ روح ربانی بلندیوں تک پرواز نہیں کر سکتا[43]۔ ابو مسلم اصفہانی کی تحقیق کے مطابق یہ واقعہ اس حقیقت کی رمز ہے کہ جس طرح مانوس پرندے اپنے مربی کی ایک پکار پر "دوڑتے ہوئے" (سعیاً) چلے آتے ہیں، اسی طرح کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کے کلمہِ تکوین (کُن) کے سامنے مسخر ہے اور اجزاء کا دوبارہ مجتمع ہونا مادی اسباب کا نہیں بلکہ صفتِ عزت و حکمت کا کرشمہ ہے [44]۔ یہ تفاؤلی اشارہ ہے کہ مادی منتشر حالات کے باوجود قدرتِ الٰہیہ زندگی اور احیاءِ نو پر کامل دسترس رکھتی ہے [45]۔

4. **تسمیہ مریمؑ (نام سے نیک فالی):** حضرت مریمؑ کی والدہ نے اپنی بیٹی کا نام 'مریم' (عابدہ) اس نیت اور تفاؤل کے ساتھ رکھا کہ ان کا عمل ان کے نام کے مطابق ہو جائے۔ یہ "ناپائیدار حالات میں حسنِ ظن" کی بہترین قرآنی مثال ہے [46]۔

5. **مردہ زمین کی شادابی اور بارآوری کی امید (ریاحِ لواقح):** قرآنِ کریم میں ہواؤں کو "لواقح" (بارآور کرنے والی) کہا گیا ہے، جو بادلوں اور پودوں کی تلقیح کا سبب بنتی ہیں۔ {وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ} مفسرین اور ماہرینِ لغت کے مطابق، ہواؤں کے لیے اس صفت کا ذکر اس تفاؤل (نیک فال) پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان خشک ہواؤں کے ذریعے مردہ زمین کو زندگی بخشے گا اور بارش کے بعد نئی نباتات اور رزقِ جدید کی افزائش کا سامان پیدا فرمائے گا۔[47]

ب: قرآنی اصطلاحات اور لسانی تفاؤل قرآن نے بعض الفاظ اور عنوانات کو تفاؤل کے طور پر استعمال کر کے کامیابی کی نوید دی ہے:

6. **اصحاب الیمین (دائیں ہاتھ والے):** قرآن نے 'یمین' (دائیں ہاتھ) کو کامیابی، برکت اور سعادت کی رمز بنایا ہے۔ اہل جنت کو اصحاب الیمین کہنا اس تفاؤل پر مبنی ہے کہ ان کا انجام بخیر اور بابرکت ہے۔ دائیں جانب (یمین) کی نسبت اس تفاؤل (نیک فال) پر مبنی ہے کہ عربوں کے ہاں دایاں ہاتھ خیر، برکت اور سعادت کی علامت سمجھا جاتا ہے، گویا اللہ تعالیٰ ان کے انجام کو ہر لحاظ سے مبارک اور کامیاب فرمائے گا۔[48]

7. **مفازا (کامیابی کا مقام):** جنت کے لیے 'مفازہ' کا لفظ استعمال کرنا (سورہ النباء:۳۱) اس رمزی تفاؤل کی مثال ہے کہ دنیا کی آزمائشوں کے صحرا سے بخیریت نکلنے والے ہی اصل کامیاب ہیں [49]۔

8. **السَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ (بارش کا تفاؤل):** مفسرینِ کرامؒ کے مطابق بارش کو 'رجع' (پلٹ کر آنے والی) کہنا اس تفاؤل پر مبنی ہے کہ اللہ کی رحمت بار بار لوٹ کر آتی رہے گی۔[50] یہ خشک سالی کے بعد زندگی کی واپسی کا استعارہ ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں» :أَنَّهُمْ أَرَادُوا

التَّفَاؤُلَ فَسَمَّوْهُ رَجْعًا لِيَرْجِعَ «یعنی عربوں نے بارش کا نام 'رجع' تفاؤل کے طور پر رکھا تاکہ وہ بار بار پلٹ کر آتی رہے، جو اس بات کی رمز ہے کہ اللہ کی رحمت بھی تفاؤلاً پلٹ کر آسکتی ہے۔[51]

9. **لفظ 'ثمر' (مال میں اضافے کا تفاؤل)**: سورہ الکہف میں سونے اور چاندی کو 'ثمر' سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ ثمر (پھل) بڑھنے اور نشوونما پانے کی علامت ہے، جو مال میں برکت کے تفاؤل کو ظاہر کرتا ہے۔ علامہ مرسی کے مطابق» :قِيلَ لَهُ ثَمَرٌ عَلَى التَّفَاؤُلِ لِأَنَّ الثَّمرَ نَمَاءٌ «یعنی مال کو ثمر کہنا اس کی برکت اور بڑھوتری کی نیک فال ہے۔[52]

ج: کلامی اثرات اور رمزی انجام قرآن نے گفتگو کے انداز اور القابات میں بھی تفاؤل کے اصولوں کو ملحوظ رکھا ہے :

10. **ابو لہب کی کنیت (تہکمی رمز)**: قرآن نے ابو لہب کو اس کی کنیت سے پکارا، جو کہ عربوں کے ہاں تفاؤل کے لیے ہوتا تھا، مگر اسے ایک "الٹی رمز (Ironical Symbol) " کے طور پر استعمال کیا تاکہ اس کا انجام جہنم کے شعلوں (لہب) کی صورت میں واضح ہو جائے[53]۔

11. **ثباتِ قلب اور قبولیتِ عمل کی امید (قضینا الصلاۃ)**: حضرت محمد بن اسحاقؒ سے منقول ہے کہ نماز کے بعد "انصرفنا" (ہم پھر گئے / لوٹ گئے) کہنے کے بجائے "قضینا الصلاۃ" (ہم نے نماز ادا کر لی) کہنا چاہیے۔ امام رازیؒ کے مطابق اس کا مقصود اس تفاؤل (نیک فال) پر مبنی ہے کہ ان الفاظ سے بچا جائے جو قرآن میں ناپسندیدہ گروہ کے لیے استعمال ہوئے (صَرَفَ اللّٰہُ قُلُوبَھُمْ)، اور اس لفظ کو اپنایا جائے جو قرآن میں خیر اور فضلِ الٰہی کی تلاش کے لیے استعمال ہوا ہے، تاکہ اللہ دلوں کو حق پر قائم رکھے اور عمل قبول فرمائے۔[54]

12. **سلام (سلامتی کا تفاؤل)**: گھروں میں داخلے سے پہلے سلام کو مشروع کیا گیا کیونکہ اس کلمے میں 'سلامتی' کا تفاؤل موجود ہے، جو آنے والے کے خیر خواہ ہونے کا رمزی اعلان ہے[55]۔ امام ابو حیان اندلسیؒ لکھتے ہیں» :لِمَا فِي السَّلَامِ مِنَ التَّفَاؤُلِ بِالسَّلَامَةِ « یعنی سلام کو اس لیے مشروع کیا گیا کیونکہ اس کلمے میں سلامتی کا تفاؤل موجود ہے۔[56]

13. **اتمام نعمت (فتح کی رمز)**" :أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي" میں فتح مکہ، بتوں کی تباہی اور اسلام کے مکمل غلبے کا تفاؤلی اور رمزی پیغام پوشیدہ ہے۔ آیت »الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ « سے حضرت عمرؓ نے اپنی فراست سے یہ تفاؤلی رمز پالی تھی کہ جب کوئی چیز کمال کو پہنچتی ہے تو وہ رخصت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ علامہ آلوسیؒ کے مطابق، انہوں نے اس سے نبی کریم ﷺ کی وفات کا تفاؤل اخذ کیا تھا۔[57]

14. **لفظ "عسیٰ" کا استعمال**: قرآن میں جہاں »عسیٰ« (امید ہے کہ...) کے الفاظ آئے ہیں، وہ تفاؤل کے باب سے ہیں۔ مفسرین کے مطابق یہ الفاظ »تَقْرِيباً لِلْآتِي مِنَ الْحَاضِرِ، عَلَى جِهَةِ التَّفَاؤُلِ لِلْفَرَجِ الْمُؤَمَّلِ «یعنی آنے والی خیر کو حاضر کے قریب کرنے اور جس کشادگی کی امید ہو اس کے تفاؤل کے لیے لائے گئے ہیں[58]۔

5. نبوی ﷺ اسلوبِ تفاؤل: ایک جامع مطالعہ (THE PROPHETIC METHODOLOGY)

نبی کریم ﷺ کا اسلوبِ تفاؤل کثیر الجہتی تھا جس نے انسانی لاشعور کی گہرائیوں میں امید کے بیج بوئے۔ آپ ﷺ نے منفی حالات اور الفاظ کو مثبت علامات میں بدل کر "حسنِ ظن باللہ" کی بنیاد فراہم کی۔

اسم محمد ﷺ کی ازلی رمزیت : شیخ الحدیث ملا علی قاریؒ کے نزدیک آپ ﷺ کا نام مبارک **'محمد'** خود ایک عظیم تفاؤل ہے: «وَمُحَمَّدٌ اسْمٌ مَنْقُولٌ عَلَى سَبِيلِ التَّفَاؤُلِ أَنَّهُ سَيَكْثُرُ حَمْدُهُ» (نامِ محمد اس تفاؤل پر رکھا گیا کہ عنقریب آپ ﷺ کی حمد و ثنا کثرت سے کی جائے گی)۔ یہ نام اپنی صداقت کی خود گواہی ہے جو مقامِ محمود کی صورت میں حقیقت بنی۔[59]

الف: اسمی تفاؤل (The Philosophy of Naming): آپ ﷺ نے ناموں کو شخصیت کا "اسکرپٹ" قرار دیا، جہاں نام محض پہچان نہیں بلکہ ایک "تعمیری رمز" ہے۔

1. **تبدیلی نام :** آپ ﷺ نے 'عاصیہ' (نافرمان) کا نام بدل کر **'جمیلہ'** (خوبصورت) رکھا[60]۔ اسی طرح حضرت 'حزن'ؓ (سختی) کو **'سہل'** (آسانی) نام رکھنے کی تجویز دی[61]۔
2. **منفی کلامی تاثر کا سدِباب :** حضرت جویریہؓ کا اصل نام 'برّہ' (نیکوکار) اس لیے بدلا کہ کلام میں یہ کہنا کہ "وہ نیکی (برّہ) کے پاس سے نکل گیا" تفاؤل کے اعتبار سے اچھا نہیں تھا، کیونکہ یہ نیکی سے دوری کی رمز بن سکتا تھا[62]۔
3. **(تفاؤل بالرشد) :** آپ ﷺ نے "بنو زنیہ" اور "بنو مغویہ" جیسے ناموں کو تبدیل فرما کر "بنو رشدہ" رکھ دیا۔ علامہ ابن رسلانؒ کے مطابق، ناموں کی یہ تبدیلی اس تفاؤل پر مبنی تھی کہ جس طرح ان کا نام 'رشدہ' (ہدایت و بھلائی) رکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں 'زنا' اور 'غی' (گمراہی و ہلاکت) کے اثرات سے نکال کر نیکی اور صحیح راستے پر استوار فرما دے۔[63]
4. **تخریبی سے تعمیری شناخت :** آپ ﷺ نے 'اصرم' (کاٹنے والا) کو **'زرعہ'** (اگانے والا) سے بدلا تاکہ کاٹنے والی شناخت نشو و نما پانے والی شناخت میں بدل جائے[64]۔
5. **مستعدی اور عملی زندگی کی امید (تبدیلِ نام) :** نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ ایسے ناموں کو بدل دیتے تھے جن میں سستی یا پستی کا پہلو ہو۔ چنانچہ جب ایک صحابی کا نام "مُضطَجِع" (لیٹا ہوا) تھا، تو آپ ﷺ نے اسے بدل کر "مُنبعِث" (اٹھنے والا / تیار) رکھ دیا۔ علامہ زبیدیؒ کے مطابق یہ تبدیلی اس تفاؤل (نیک فال) پر مبنی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں سستی سے نکال کر عمل اور خیر کے کاموں کے لیے ہمہ وقت مستعد و بیدار فرما دے۔[65]
6. **دانائی اور فکری بیداری کی امید (تبدیلِ نام) :** نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ ایسے ناموں کو تبدیل فرما دیتے تھے جن میں غفلت یا جمود کا پہلو ہو۔ چنانچہ جب ایک صحابی کا نام "غافِل" (بے خبر) تھا، تو آپ ﷺ نے اسے بدل کر "عاقِل" (سمجھدار) رکھ دیا۔ علامہ زبیدیؒ کے مطابق یہ تبدیلی اس تفاؤل (نیک فال) پر مبنی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں غفلت سے نکال کر عقلِ سلیم اور دانائی کی دولت سے مالا مال فرما دے۔[66]
7. **جغرافیائی و حیاتیاتی تفاؤل :** بنجر زمین 'عفرہ' کا نام بدل کر **'خضرہ'** (ہریالی) رکھا تاکہ وہ تفاؤلاً سرسبز ہو جائے[67]۔
8. **مقصود کی کامیابی کی امید :** نبی کریم ﷺ نے اپنے تیر کا نام **'الموتصلہ'** (پہنچنے والا) اس تفاؤل (نیک فال) پر رکھا کہ یہ تیر اپنے نشانے (دشمن) تک لازماً پہنچے گا۔[68]۔
9. **درستگی ہدف اور یقینی کامیابی :** نبی کریم ﷺ کی ایک کمان کا نام **'السداد'** (درستگی / نشانے پر بیٹھنا) تھا، جو اس تفاؤل پر رکھا گیا تھا کہ اس سے پھینکا جانے والا ہر تیر ٹھیک اپنے نشانے پر جا کر لگے گا۔[69]

10. **تنگی کو آسانی میں بدلنے کی امید** : نبی کریم ﷺ نے مکہ اور طائف کے درمیان واقع ایک تنگ راستے، جس کا نام **'الضِّیقة'** ('تنگ راستہ) تھا، اسے بدل کر **'الیُسْرَیٰ '** (آسانی والی) اس تفاؤل پر رکھا کہ اللہ تعالیٰ اس سفر کی مشقت کو سہولت اور تنگی کو وسعت میں بدل دے۔[70]

11. **پاکیزگی اور خوشگواری کی امید** : نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ شہر کا پرانا نام 'یثرب' (جس میں ملامت یا فساد کا پہلو تھا) ترک کر کے اسے **'طابہ '** (پاکیزہ / خوشگوار) کا نام دیا تاکہ اس کے نام سے یہ تفاؤل حاصل ہو کہ یہاں کا ماحول، دین، معیشت اور رہنے والوں کے احوال ہر قسم کی ظاہری و باطنی آلودگی سے پاک اور خوشگوار ہو جائیں۔[71]

12. **(تفاؤل بالصلاح)** :۔ بنو سلمہ کے ایک علاقے کا نام "خُزبٰی" تھا (جس کا مادہ 'خزب' ہے)، آپ ﷺ نے اس کا نام تبدیل فرما کر "صالحہ" رکھ دیا۔ علامہ مجد الدین فیروز آبادیؒ کے مطابق، نام کی یہ تبدیلی اس تفاؤل پر مبنی تھی کہ جس طرح مقام کا نام 'صالحہ' (نیک / بہتر) رکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس جگہ اور وہاں کے رہنے والوں کو فساد اور خرابی سے بچا کر خیر و صلاح کی برکتوں سے مالامال فرما دے۔[72]

13. **خلفِ صالح کی امید**:۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کے نام (عروہ اور منذر) بئرِ معونہ کے ان شہداء کے نام پر رکھے جن کی قبولیت اور بلندیِ درجات کی گواہی خود وحیِ الٰہی نے دی تھی۔ اس انتخاب کے پیچھے یہ نیک فال (تفاؤل) چھپی تھی کہ جس طرح وہ شہداء اللہ کی رضا پا کر تاریخ میں امر ہو گئے، اللہ تعالیٰ ان کے بیٹوں کو بھی ویسا ہی مقامِ محمود، دین کی خدمت اور اپنی خوشنودی عطا فرمائے۔[73]

14. **صالحین کی صفات پانے کی امید (نام عبد الرحمن)** : نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ "عبد الرحمن" نام رکھنے کی ترغیب فرماتے تھے۔ علامہ مناویؒ کے مطابق اس نام کے انتخاب میں یہ تفاؤل (نیک فال) پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو اپنے ان خاص بندوں میں شامل فرمالے جنہیں قرآن میں "عِبادُ الرَّحْمٰن" کے معزز لقب سے پکارا گیا ہے۔[74]

15. **طولِ عمری اور بقا کی امید (بچوں کی کنیت)** : نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ بچوں کو ان کے بچپن میں ہی کسی کنیت (جیسے ام خالد یا ابو عمیر) سے پکارتے تھے۔ علامہ سہارنپوریؒ کے مطابق، عربوں میں بچوں کو کنیت دینے کا یہ رواج اس تفاؤل (نیک فال) پر مبنی تھا کہ یہ بچہ طویل عمر پائے، جوان ہو کر صاحبِ اولاد بنے اور اس کی نسل آگے بڑھے۔[75]

ب: قولی تفاؤل :(Verbal Slogans) رسول اللہ ﷺ نے گفتگو اور نعروں میں "الکلمة الحسنة" کو تفاؤل کی بنیاد بنایا تاکہ حوصلوں کو مابعد الطبیعیاتی بلندی عطا کی جاسکے[76]۔

16. **فتح خیبر کی پیشگی رمز** :جب آپ ﷺ خیبر کے قریب پہنچے تو فرمایا" :خربت خیبر "(خیبر برباد ہو گیا)۔ شیخ الکل امام کرمانیؒ کے مطابق یہ محض اطلاع نہیں بلکہ ایک عسکری تفاؤل تھا کہ دشمن کا قلعہ اب مسمار ہونے والا ہے۔ آپ ﷺ نے وقوعِ فتح سے پہلے ہی اسے یقینی قرار دے کر صحابہ کے حوصلوں کو عروج عطا فرمایا۔[77]

17. **جنگی شعار" یا منصور اَمِت** :"آپ ﷺ کا عسکری نعرہ «يَا مَنْصُورُ أَمِتْ» (اے منصور! مار ڈال) تھا۔ یہ جنگی نعرہ **"یا منصور اَمِت "** نصرتِ الٰہی کا رمزی پکار تھا۔ علامہ ابن رسلانؒ کے مطابق یہ نعرہ رات کی تاریکی میں باہمی پہچان (Identification Signal) کا ذریعہ بھی تھا اور اس میں" منصور "(جس کی مدد کی گئی) کے لفظ سے فتح و نصرت کا تفاؤل لیا گیا تھا، جو دشمن کی ہلاکت کو اہل حق کی نصرت کی رمز بناتا ہے۔[78]۔

18. **سیاسی و سفارتی تفاؤل :** صلحِ حدیبیہ کے موقع پر 'سہیل بن عمرو' کے آنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفاؤلاً فرمایا" :تمہارا معاملہ اب آسان (سہل) ہو گیا"[79]۔

19. **سفرِ ہجرت کی نیک فالی :** دورانِ ہجرت جب 'بریدہ' ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمارا معاملہ ٹھنڈا (بَرَدَ) یعنی سہل ہو گیا"، اور جب انہوں نے قبیلہ 'اسلم' بتایا تو فرمایا: "ہم سلامت (سلمنا) رہے"[80]۔

20. **طولِ عمر کی دعا :** نیا لباس پہننے والے کو "أبلي وأخلقي" (اسے بوسیدہ کرو) فرمانا اس تفاؤل پر مبنی تھا کہ پہننے والا اتنی لمبی عمر پائے کہ لباس پرانا ہو جائے[81]۔

21. **روزمرہ آوازیں :** آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی آواز پسند تھی، اگر کوئی ضرورت مند "یا واجد" (اے پانے والے) یا مریض "یا سالم" (اے تندرست) سن لیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خیر کا تفاؤل قرار دیتے[82]۔

22. **کامیابی اور ہدایت کی امید (اچھے الفاظ سننا) :** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کے لیے گھر سے نکلتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا راشد" (اے ہدایت یافتہ) اور "یا نجیح" (اے کامیاب) جیسے کلمات سننا پسند تھے۔ علامہ ابن حبانؒ کے مطابق، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان الفاظ سے خوش ہونا بدفالی (بدشگونی) کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ اس تفاؤل (نیک فال) پر مبنی تھا کہ اللہ تعالیٰ ان خوبصورت ناموں کی برکت سے اس سفر یا کام میں خیر، ہدایت اور کامیابی عطا فرمائے۔[83]

23. **رخصتی کے وقت سلام (وداع) :** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی گھر سے نکلو تو اہل خانہ کو سلام کے ساتھ رخصت کرو (فأودعوا)۔ شارحینِ حدیث کے مطابق یہاں 'ایداع' سے مراد 'تودیع' (الوداع کہنا) ہے، یعنی اہل خانہ کو اللہ کی سلامتی کے سپرد کر کے نکلنا۔ اس عمل میں یہ تفاؤل (نیک فال) پوشیدہ ہے کہ جانے والا شخص مخاطب کے لیے سلامتی کی دعا کر رہا ہے، اور چونکہ یہ سلام ایک دعا اور خیر سگالی کا پیغام ہے، اس لیے اس کا جواب دینا مستحب قرار دیا گیا ہے تاکہ فریقین کے درمیان تعلق اور سلامتی برقرار رہے۔[84]

ج: فعلی و مکانی تفاؤل :(Physical & Spatial) سنتِ مطہرہ میں مادی افعال اور جغرافیائی انتخاب میں بھی گہرے رمزی اثرات ملتے ہیں جو انسانی ارادے کو الٰہی مشیت سے جوڑتے ہیں۔

24. **تحویلِ رداء (چادر پلٹنا) :** نمازِ استسقاء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک کا رخ بدل دیتے تھے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کے مطابق یہ ایک " فعلی تفاؤل " تھا کہ اے اللہ! جس طرح ہم نے اپنی چادر پلٹی ہے، تو بھی ہمارے قحط کے حالات کو خوشحالی سے بدل دے۔[85] علامہ نوویؒ کے نزدیک نمازِ استسقاء کے دوران چادر بدلنے (تحویلِ رداء) کی مشروعیت اس تفاؤل پر مبنی ہے کہ جس طرح ظاہری لباس کی حالت بدلی جا رہی ہے، اللہ تعالیٰ اسی طرح قحط کو بارش سے، اور تنگیِ معاش کو وسعت و خوشحالی سے بدل دے۔[86]

25. **دعا میں ہاتھوں کا رخ بدلنا :** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ استسقاء (بارش کی دعا) کے دوران اپنے دونوں ہاتھوں کی پشت (اوپری حصہ) کو آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دعا فرمائی۔ علامہ ناصر الدین بیضاویؒ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل اس تفاؤل پر مبنی تھا کہ جس طرح ہاتھوں کو پلٹ کر پشت اوپر کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ اسی طرح قحط زدہ حالات کو "پشت در بطن" (مکمل طور پر) خوشحالی اور بارش میں پلٹ دے۔[87]

26. **رداءِ ابوہریرہؓ :** حضرت ابوہریرہؓ کے نسیان کو دور کرنے کے لیے چادر پھیلانے اور اسے سمیٹنے کا عمل علامہ اسماعیل حقیؒ کے نزدیک ایک " علمی تفاؤل " تھا۔ چادر کا پھیلانا" توجہِ تامہ "اور اس کا سمیٹنا (ضم)" علم کے تحفظ "کی رمز بن گیا۔[88]

27. **مکانی تفاؤل (عوالی مدینہ)** :ہجرت کے موقع پر آپ ﷺ نے مدینہ کے بالائی حصے " عوالی "میں قیام فرمایا۔ علامہ خلیل احمد سہارنپوریؒ کے مطابق اس جغرافیائی بلندی (High altitude) سے آپ ﷺ کے دین کے غلبے اور" علوِ اسلام "کا تفاؤل لیا گیا تھا۔[89]

28. **حج میں راستے کی تبدیلی (مخالفتِ طریق)** :نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ عرفات جانے کے لیے ایک راستہ (طریقِ ضب) اختیار فرماتے اور وہاں سے واپسی کے لیے دوسرا راستہ (طریقِ مأزمین) منتخب کرتے۔ امام نوویؒ کے مطابق راستوں کا یہ تغیر اس تفاؤل پر مبنی تھا کہ جس طرح حاجی اپنا راستہ بدل رہا ہے، اللہ تعالیٰ اسی طرح اس کے حالات کو (گناہوں سے مغفرت کی طرف) بدل دے۔[90]

29. **حیاتیاتی رمزیت (قبر پر سبز شاخیں)** :علامہ بدر الدین عینیؒ کے نزدیک قبر پر سبز شاخیں رکھنا کھجور کے درخت کی برکت سے تفاؤل ہے۔ آپ نے اسے سورہ ابراہیم (آیت 42) کے " شجرہ طیبہ "کے استعارے (Metaphor) سے جوڑا ہے، جو میت کے لیے رحمتِ الٰہی کی تر و تازگی کی رمز ہے۔[91]

30. **آدابِ دعا** : دعا میں ہتھیلیوں کا رخ آسمان کی طرف کرنا حصولِ مراد کا تفاؤل ہے، جبکہ بلاء کے وقت پشت کرنا مصیبت ٹلنے کی رمز ہے۔ دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا (مسحِ وجہ) قبولیتِ دعا کے یقین کا فعلی تفاؤل ہے۔[92]

31. **ترقی اور بڑھوتری کی امید (سنِ نماء)** : نبی کریم ﷺ کا موسم کا پہلا پھل سب سے چھوٹے بچے کو عطا فرمانا اس تفاؤل پر مبنی تھا کہ جس طرح یہ بچہ اپنی نشوونما (بڑھنے) کی عمر میں ہے، اللہ تعالیٰ اس پھل اور باغ کی پیداوار میں بھی ویسی ہی برکت اور بڑھوتری عطا فرمائے۔[93]

32. **ایمان کی حلاوت اور نشوونما (تحنیک)** : نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ نومولود بچوں کو کھجور چبا کر تالو سے لگاتے (تحنیک فرماتے)۔ علامہ ابن الملقنؒ کے مطابق آپ ﷺ کا یہ عمل اس تفاؤل پر مبنی تھا کہ جس طرح کھجور اس درخت کا پھل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مومن سے تشبیہ دی ہے، اسی طرح یہ بچہ بھی ایمان کی حلاوت اور اس شجرِ مبارک جیسی صفات اور برکات سے بہرہ مند ہو۔[94]

33. **خوش اخلاقی اور شیریں مزاجی کی امید (عقیقہ میں میٹھا)** : نبی کریم ﷺ کی سنت اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں عقیقہ کے جانور کا گوشت پکا کر کھلانا مستحب ہے، اور اس میں میٹھی چیز شامل کرنا پسندیدہ ہے۔ علامہ قسطلانیؒ کے مطابق عقیقہ کے ساتھ کسی میٹھی شے کا اہتمام کرنا اس تفاؤل پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کے اخلاق کو (میٹھے کی طرح) شیریں اور عمدہ فرما دے۔[95]

34. **جسمانی سلامتی اور عافیت کی امید (ہڈی نہ توڑنا)** :عقیقہ کے احکام میں سے ایک مستحب عمل یہ ہے کہ جانور کے گوشت کو جوڑوں سے کاٹا جائے اور اس کی ہڈیوں کو (بلا ضرورت) نہ توڑا جائے۔ علامہ قسطلانیؒ کے مطابق ہڈیوں کو محفوظ رکھنا اس تفاؤل پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کے اعضاء کو بیماریوں اور ٹوٹ پھوٹ سے سلامت اور محفوظ رکھے۔[96]

35. **پریشان کن حالات کی تبدیلی کی امید (تبدیلِ پہلو)** : نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ تھی کہ جب کوئی شخص ناپسندیدہ یا برا خواب دیکھے تو بیدار ہونے کے بعد اپنے بائیں جانب تھوک دے، شیطان سے پناہ مانگے اور اپنا پہلو بدل لے۔ علامہ مناویؒ کے مطابق، اس وقت اپنی کروٹ یا پہلو کو بدل لینا اس تفاؤل پر مبنی ہے کہ جس طرح سونے والے نے اپنی ظاہری حالت اور پہلو کو بدل لیا ہے، اللہ تعالیٰ اسی طرح اس خواب کے پریشان کن اثرات اور برے حالات کو خیر و عافیت میں بدل دے۔[97]

36. **اصحابِ یمین میں شمولیت کی امید (غسلِ میت)** : نبی کریم ﷺ کی ارشاد مبارکہ کے مطابق میت کو غسل دیتے وقت دائیں جانب سے ابتدا کی جائے۔ آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی کے غسل کے موقع پر بھی دائیں اعضاء کو مقدم رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ علامہ قسطلانیؒ کے مطابق غسل میں دائیں جانب کو ترجیح دینا اس تفاؤل پر مبنی تھا کہ اللہ تعالیٰ اس میت کو روزِ قیامت "اصحابِ یمین" (دائیں ہاتھ والے کامیاب لوگوں) میں شامل فرمائے۔[98]

37. **کامیابی اور کثیر منفعت کی امید (سفر جمعرات)** : نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ اکثر سفر کے لیے جمعرات کا دن پسند فرماتے تھے۔ علامہ ابوالحسن السندھیؒ کے مطابق، اس دن کا انتخاب اس تفاؤل (نیک فال) پر مبنی تھا کہ جس طرح لفظ "خمیس" (جمعرات) کا مادہ "خُمس" (پانچواں حصہ) سے ہے، اللہ تعالیٰ اس سفر کے نتیجے میں مسلمانوں کو کثیر غنیمت اور کامیابی نصیب فرمائے۔[99]

38. **ظاہری و باطنی پاکیزگی کی امید (پانی سے افطار)** : نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ تھی کہ اگر افطار کے لیے کھجور میسر نہ ہوتی تو آپ ﷺ پانی سے روزہ افطار فرماتے۔ علامہ شرف الدین طیبیؒ اور صاحبِ عون المعبود کے مطابق، پانی سے افطار کی ابتدا اس تفاؤل (نیک فال) پر مبنی تھی کہ جس طرح پانی طہور (انتہائی پاک کن) ہے، اللہ تعالیٰ روزہ دار کے ظاہر اور باطن کو ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک اور صاف فرمادے۔[100]

39. **قبر میں ٹھنڈک اور راحت کی امید (قبر پر پانی چھڑکنا)** : نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کی قبر پر پانی چھڑکا۔ علامہ ابن الملکؒ کے مطابق، قبر پر ٹھنڈا اور پاک پانی چھڑکنا اس تفاؤل (نیک فال) پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پانی کی طرح صاحب قبر کی آرام گاہ (قبر) کو بھی ٹھنڈا اور پرسکون فرمادے۔[101]

6. ابطالِ اوہام اور جاہلی عقائد کی اصلاح (DECONSTRUCTING SUPERSTITION)

رسول اللہ ﷺ نے جاہلی اوہام کا بیخ کن تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا: «لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر» (نہ کوئی بیماری بذاتِ خود اڑ کر لگتی ہے، نہ بدشگونی کی کوئی حقیقت ہے، نہ ہامہ کچھ ہے اور نہ صفر کا مہینہ منحوس ہے)۔[102]

لسانی و علمی تجزیہ بذریعہ فتح المنعم : اس حدیث میں حرفِ "لا" کا استعمال بطورِ "نفیِ جنس (Negation of the Genus)" ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بدشگونی، نحوست یا ہامہ جیسی چیزوں کا کائنات میں کوئی "وجودِ حقیقی (Ontological Existence)" ہے ہی نہیں۔ یہ محض انسانی ذہن کے تراشیدہ صنم ہیں۔[103]

جب ان اوہام کا کوئی وجود ہی نہیں، تو انسان غیر مادی اور بے بنیاد خوف سے آزاد ہو جاتا ہے۔ یہ نفیِ جنس انسانی عقل کو "خوفِ مجہول" سے تحفظ فراہم کر کے اسے صرف فاعلِ حقیقی (اللہ) پر بھروسہ کرنے کی دعوت دیتی ہے، جو کہ 21ویں صدی کے انسان کو "اینگزائٹی (Anxiety)" سے نکالنے کا بہترین نسخہ ہے۔[104]

7. مفکرین اور ائمہ کی آراء کا تحقیقی جائزہ (SCHOLARLY POINTS OF VIEW)

- **امام نوویؒ (نفسیاتِ امید)** : آپ کے نزدیک تفاؤل انسانی فطرت کے عین مطابق ہے کیونکہ اللہ نے انسان میں اچھے کلمات سے انسیت رکھی ہے۔ تفاؤل اللہ سے "رجاء" کا رشتہ جوڑتا ہے، جو ایمان کا لازمی جزو ہے۔[105]

- **علامہ آلوسیؒ (استقسام بمقابلہ تفاؤل)** : آپ نے استقسام (تیروں سے قسمت معلوم کرنا) اور تفاؤل میں علمی فرق واضح کیا ہے۔ استقسام بتوں سے مدد مانگنا اور غیب پر قبضہ کرنے کی کوشش تھی، جبکہ تفاؤل اللہ کی رحمت کا" ظنِ غالب "ہے۔ آپ نے واضح کیا کہ گھر یا گھوڑے کی نحوست دراصل ان کے مادی نقائص ہیں، جنہیں تفاؤلاً ترک کرنا جائز ہے تاکہ سوءِ ظن سے بچا جا سکے۔[106]
- **علامہ رشید رضاؒ (سماجی تطہیر)** : آپ کے مطابق جاہلی توہمات کا خاتمہ اسلام کا سب سے بڑا سماجی احسان ہے۔ اسلام عقل اور برہان کا دین ہے، اور تفاؤل اس لیے برقرار رکھا گیا کیونکہ یہ انسانی" شرحِ صدر (Mental Expansion) "کا باعث بنتا ہے۔[107]
- **امام خطابیؒ (لسانی باریک بینی)** : امام خطابیؒ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ناموں کی تبدیلی محض لسانی اصلاح نہیں، بلکہ "اسم "اور" مسمّٰی "کے درمیان گہرے نفسیاتی و ایمانی تعلق کی استواری تھی۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ نام ایک" خاموش پیشگوئی " (Prophecy) کے طور پر شخصیت کے عمل کو مہمیز دیتا ہے۔[108]
- **علامہ انور شاہ کشمیریؒ (کلامی حدود)** : آپ کے نزدیک تفاؤل تقدیر میں جبری تبدیلی کا دعویٰ نہیں بلکہ اللہ کی صفتِ رحیمی سے خیر کی توقع کا ایک" عبادتی اسلوب "ہے۔ یہ توحیدِ ربوبیت کا عملی مظاہرہ ہے۔[109]

8. معاصر افادیت اور نفسیاتی اثرات (CONTEMPORARY RELEVANCE & PSYCHOLOGY)

آج کے دور میں اسلامی تفاؤل مادی "مثبت طرزِ فکر (Positive Thinking) "کے مقابلے میں کہیں زیادہ پائیدار ہے۔ مادی فکر صرف "انسانی ارادے (Human Will) "پر تکیہ کرتی ہے جو کمزور پڑ سکتا ہے، جبکہ اسلامی تفاؤل کا لنگر اللہ کی" لافانی قدرت (Divine Omnipotence) "میں پیوست ہے۔

جدید نفسیاتی معالجین کے لیے 5 تزویراتی نکات:

1. **لسانی ری-فریمنگ (Linguistic Re-framing):** مریضوں کے لیے مایوس کن القابات کے بجائے تفاؤلی رموز کا استعمال (مثلاً 'بیمار' کے بجائے 'سلیم' یا 'صاحبِ شفا' کی رمز)۔
2. **ارادتاً تفاؤل (Applied Tafā'ul):** جس طرح" تحویلِ رداء "ایک شعوری فعل تھا، مریض کو مثبت تبدیلی کے چھوٹے چھوٹے عملی اور رمزی اقدامات کی ترغیب دینا۔
3. **مابعد الطبیعیاتی لنگر:** امید کو مادی اسباب کے بجائے اللہ کی رحمت سے جوڑ کر" رجاء "پیدا کرنا، جو ڈپریشن کے علاج میں کلیدی ہے۔
4. **نفیِ اوہام:** مریض کے ذہن سے بے بنیاد خوف اور" سوءِ ظن "کا خاتمہ کر کے اسے فاعلِ حقیقی کے ادراکِ حقیقت تک لانا۔
5. **حسنِ ظن کی مشق:** ذہن کو بلاء کے انتظار (Expectation of Calamity) سے ہٹا کر" خیر کے انتظار "پر مرکوز کرنا۔[110]

9. نتائج، تجاویز اور حرفِ آخر (FINDINGS, SUGGESTIONS & CONCLUSION)

نتائج (FINDINGS)

مقالے کے تفصیلی مطالعہ اور تجزیہ سے درج ذیل نتائج اخذ کیے گئے ہیں:

1. **وجودی بنیاد (Ontological Basis):** تفاؤل محض ایک جذباتی کیفیت یا "خوش فہمی" کا نام نہیں، بلکہ یہ "حسنِ ظن باللہ "اور توحیدِ عملی کا ایک لازمی وجودی تقاضا ہے۔ یہ انسان کو مادی اسباب کے جبر سے نکال کر مسبب الاسباب کی صفتِ رحیمی سے جوڑتا ہے۔

2. **ابطالِ اوہام :(Deconstruction of Myths)** شریعت نے تطیر (بدشگونی) اور نحوست کے تصور کو "نفیِ جنس" کے ذریعے جڑ سے ختم کر دیا ہے۔ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ نحوست کا کائنات میں کوئی حقیقی وجود نہیں، یہ محض انسانی وہم اور نفسیاتی کمزوری کا شاخسانہ ہے۔
3. **سیمیائی حقیقت سازی :(Semiotic Reality Construction)** زبان اور کلمات محض اطلاع کا ذریعہ نہیں بلکہ "حقیقت ساز آلات" ہیں۔ نبوی ﷺ اسلوب میں ناموں اور القابات کی تبدیلی یہ ثابت کرتی ہے کہ مثبت کلمات لاشعور کی تطہیر اور شخصیت کی تعمیرِ نو (Re-branding) کا باعث بنتے ہیں۔
4. **تفاؤل بمقابلہ غیب دانی :** تفاؤل مستقبل کی حتمی پیش گوئی یا غیب کا دعویٰ نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ سے خیر کا ایک "رمزی سوال" (Symbolic Supplication) ہے، جس میں بندہ اچھی علامت سے اللہ کی رحمت کا پائیدار گمان قائم کرتا ہے۔
5. **مابعد الطبیعیاتی لنگر :(Metaphysical Anchor)** اسلامی تفاؤل، مادی بنیادوں پر استوار "مثبت طرزِ فکر (Positive Thinking)" سے اس لیے برتر ہے کہ مادی فکر صرف متزلزل انسانی ارادے پر تکیہ کرتی ہے، جبکہ تفاؤل "قدرتِ کاملہ" پر بھروسہ کر کے انسان کو ہر حال میں پرامید رکھتا ہے۔
6. **فعال امید :(Active Hope)** تفاؤل انسان کو جمود اور مایوسی سے نکال کر "عملِ مسلسل" پر ابھارتا ہے۔ یہ ایک ایسی نفسیاتی قوت ہے جو شکست خوردہ ذہنیت کو فتح و نصرت کے یقین میں بدل دیتی ہے (جیسا کہ نعرہ "یا منصور امت" سے واضح ہے)۔

تجاویز:(SUGGESTIONS & RECOMMENDATIONS)

مقالے کی علمی و معاصر افادیت کے پیشِ نظر درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

1. **تعلیمی نصاب میں شمولیت :** جامعات کے شعبہ اسلامیات اور نفسیات میں "اسلامی نفسیاتِ امید" کو ایک باقاعدہ کریڈٹ آور کے طور پر شامل کیا جائے تاکہ طلبہ میں یاسیت کے بجائے فعال تفاؤل کا شعور بیدار ہو۔
2. **نفسیاتی معالجین کے لیے فریم ورک :** معاصر نفسیاتی معالجین (Psychotherapists) کے لیے ضروری ہے کہ وہ مریضوں کی "کگنٹوری-فریمنگ (Cognitive Re-framing)" کے لیے نبوی ﷺ کے "اسمی اور فعلی تفاؤل" کے نمونوں کو بطور کلینیکل ماڈل اپنائیں۔
3. **میڈیا بیانیے کی اصلاح :** میڈیا پر جادو، نحوست، اور ڈراونی علامات پر مبنی پروگراموں کے بجائے **"امید کی رمزیت"** اور تفاؤلی بیانیے کو فروغ دیا جائے تاکہ معاشرے سے "اجتماعی ڈپریشن" کا خاتمہ ہو سکے۔
4. **والدین کی رہنمائی :** بچوں کی تربیت کے حوالے سے ایسی گائیڈ بک تیار کی جائے جو والدین کو سکھائے کہ کس طرح بچوں کے ناموں، القابات اور روزمرہ کی گفتگو میں تفاؤلی رموز استعمال کر کے ان کی شخصیت کو پراعتماد بنایا جا سکتا ہے۔
5. **سماجی اصطلاحات کی تطہیر :** روزمرہ زندگی میں مایوسی پھیلانے والے الفاظ (مثلاً "بدقسمتی"، "نحوست"، "مجبوری") کے متبادل کے طور پر تفاؤلی کلمات (مثلاً "آزمائش"، "خیر کی امید"، "حکمتِ الٰہی") کے استعمال کی مہم چلائی جائے۔

حرفِ آخر(CONCLUSION)

اسلامی فکر میں تفاؤل اور رمزیت کا تصور انسان کو کائنات کے بے مقصد مادی بہاؤ سے نکال کر ایک بامعنی روحانی نظم میں داخل کر دیتا ہے۔ یہ مطالعہ واضح کرتا ہے کہ جب تک مومن کا رشتہ "حسنِ ظن باللہ" سے استوار ہے، وہ کسی بھی عصری بحران یا نفسیاتی دباؤ کا شکار نہیں ہو سکتا۔ نبوی ﷺ اسلوبِ تفاؤل دراصل انسانیت کے لیے ایک "شفائیہ نظام" ہے جو ہر تاریکی میں نورِ سحر کی نوید دیتا ہے۔

حوالہ جات:(REFERENCES)

[1] مولاناوحید الزمان قاسمی، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، لاہور، پاکستان، 2001ء، مادہ فال، جلد 2، ص1198

[2] احمد مختار عمر، معجم اللغة العربية المعاصرة ، عالم الکتب، قاہرہ، 2008، ج 3، ص1660

[3] عبد القاضی البغدادیؒ، دستور العلماء (جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون) ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2000، ج 1، ص224

[4] محمد علی تہانویؒ، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ، مکتبہ لبنان، بیروت، 1996، ج 2، ص1143

[5] علامہ زبیدی، محمد مرتضی، ، تاج العروس من جواہر القاموس، وزارت الارشاد، کویت، 1422ھ، ج 10، ص198

[6] عبد القادر البغدادیؒ، خزانة الادب ،مکتبة الخانجي، القاہرة 1418ه، ج 1، ص123

[7] مولاناوحید الزمان قاسمی، القاموس الوحید، مادہ فال، جلد 2، ص1198

[8] أبو منصور، محمد بن أحمد، تہذیب اللغہ، دار إحياء التراث العربي- بیروت، 2001، (11/14)

[9] الكشميري، انور شاہ، ، العرف الشذي شرح سنن الترمذي، (تصحيح: محمود شاكر)، دار التراث العربي- بيروت، 1425ھ، ج 3، ص213

[10] النووي، محيي الدين، يحيى بن شرف النووي، المنهاج شرح صحيح مسلم، دار إحياء التراث العربي- بيروت، 1392ھ، (220/14)

[11] رشید احمد گنگوہی، الکوکب الدری، مطبعة ندوة العلماء الهند، 1395ه-، (425/2)

[12] مجموعة من المؤلفين، المعجم الوسيط، مجمع اللغة العربية بالقاهرة، 1392ه، (574/2)

[13] الحريري، القاسم بن علي بن محمد، درة الغواص في أوهام الخواص بيروت: مؤسسة الكتب الثقافية، 1418ھ/1998ء، (ص56)

[14] ملا علی قاری، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، دار الفكر، بيروت، 2002ء، (2893/7)

[15] رشید احمد گنگوہی، الکوکب الدري علی جامع الترمذي (425/2)

[16] الأزدی، معمر بن راشد، الجامع، بیروت: المکتب الاسلامی (ہندوستان: المجلس العلمی) طبع دوم، 1403ھ/1983ء (407/10)

[17] الفخر الرازي، ابو عبد اللہ، محمد بن عمر التيمي، مفاتيح الغيب (التفسير الكبير)، دار إحياء التراث العربي- بيروت، 1420ھ، (52/1)

[18] الشعراوي، شيخ، محمد متولي الشعراوي، تفسير الشعراوي- الخواطر، مطابع أخبار اليوم، 1997ء (9631/15)

[19] ابن الأنباري، ابو بکر، محمد بن القاسم، الأضداد، (تحقيق: محمد أبو الفضل إبراهيم)، المكتبة العصرية- بيروت، 1407ھ، (ص116)

[20] الخطابي، أبو سليمان، حمد بن محمد بن إبراهيم، معالم السنن، المطبعة العلمية بحلب، الطبعة الأولى، 1351ھ، ج 4، ص127

[21] القاضي عياض، ابو الفضل، عياض بن موسى، إكمال المعلم بفوائد مسلم، دار الوفاء- مصر، 1419ھ (108/7)

[22] الشوكاني، محمد بن علي اليمني، فتح القدير، دار ابن كثير، دار الكلم الطيب، دمشق، بيروت، الطبعة الأولى، 1414ھ (469/1)

[23] محمد بن أحمد، تہذیب اللغة (134/9)

[24] ابن الانباری، کتاب الاضداد ، ص105

[25] أبو القاسم الكرماني، برهان الدين، محمود بن حمزة، غرائب التفسير وعجائب التأويل، دار القبلة- جده/ مؤسسة علوم القرآن- بيروت، (180/1)

[26] الأصبهاني، ابو القاسم، إسماعيل بن محمد التيمي الشافعي (قوام السنه)، شرح صحيح البخاري، دار أسفار- كويت، 1442ھ (306/1)

[27] امام رازی، تفسير الرازي = مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير، (155/19)

[28] ابن العربي، القاضي محمد بن عبد الله أبو بكر، القبس في شرح موطأ مالك بن أنس، دار الغرب الإسلامي، 1992ء، (ص371)

[29] النووي، محيي الدين، يحيى بن شرف النووي، الإيجاز في شرح سنن أبي داود، الدار الأثرية- عمان، 1428ھ، (ص379)

[30] القاضي عياض، ابو الفضل، عياض بن موسى، مشارق الأنوار على صحاح الآثار، المطبعة المولوية- فاس (المغرب)، 1332ھ (317/1)

[31] عزالدين بن عبد السلام، سلطان العلماء، عبد العزيز بن عبد السلام السلمي، تفسير القرآن، دار ابن حزم- بيروت، 1416ھ، (240/3)

[32] معجم اللغة العربية المعاصرة (873/2)

[33] علامہ خطابی، معالم السنن(4/235)

[34] أحمد بن حنبل، أبو عبد الله أحمد بن محمد، مسند الإمام أحمد بن حنبل،، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى، 1421ھ،(12/386ط الرسالة)

[35] الجرجانی، السید الشریف، شرح المشکاۃ ، مکتبہ لبنان، 2001، ج2، ص1143

[36] النووی، یحیٰ بن شرف، شرح صحیح مسلم ، ج14، ص220

[37] معالم السنن(4/235)

[38] الماتریدی، ابو منصور، تاویلات اہل السنۃ ، دار الکتب العلمیہ، 2004، ج10، ص640

[39] ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر القرآن العظیم ، دار الطیبہ، 1999، ج4، ص410

[40] حمزہ لکحل، ڈاکٹر، رمزیّۃُ القمیص في سورۃِ یوسف: دراسۃ تداولیّۃ، مجلۃ العلوم الإنسانیۃ- جامعۃ باتنۃ 1، الجزائر، 2025ء،(1/396 تا407)

[41] مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، تفسیر سورت بقرہ، آیت ۲۵۹

[42] ابن عاشور، التحریر والتنویر، الدار التونسیة للنشر–تونس، 1404ہ، ۳/ ۴۰-۳۸؛ رشید رضا، تفسیر المنار، ۳/ ۳۴

[43] امام الرازي، مفاتیح الغیب، ۷/ ۳۸

[44] علامہ رشید رضا، تفسیر المنار، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1990ء، ۳/ ۴۹

[45] الرازي، مفاتیح الغیب، ۷/ ۳۹؛ ابن عاشور، التحریر والتنویر، ۳/ ۴۰

[46] أبو حیان الأندلسي، محمد بن یوسف، البحر المحیط في التفسیر، دار الفکر، بیروت، 1420ھ-(3/118)

[47] محمد حسن جبل، ڈاکٹر، محمد حسن حسن جبل، المعجم الاشتقاقي المؤصل لألفاظ القرآن الکریم، مکتبۃ الآداب- قاھرہ، 2010ء،(4/1992)

[48] محمد فاروق الزین، محمد فاروق فارس الزین، بیان النظم في القرآن الکریم، دار الفکر- دمشق، 1425ھ(4/152)و(4/255)

[49] محمود عبد الرحمن، محمود عبد الرحمن عبد المنعم، معجم المصطلحات والألفاظ الفقھیۃ، دار الفضیلۃ- قاھرہ، 1419ھ،(3/323)

[50] أبو السعود العمادي، محمد بن محمد، إرشاد العقل السلیم إلی مزایا الکتاب الکریم (تفسیر أبي السعود)، دار إحیاء التراث العربي، بیروت(9/142)

[51] امام رازی، تفسیر الرازي = مفاتیح الغیب أو التفسیر الکبیر (31/122)

[52] ابن سیدہ، ابو الحسن، علي بن إسماعیل بن سیدہ المرسي، المخصص، دار إحیاء التراث العربي- بیروت، 1417ھ(3/152)وزاد المسیر في علم التفسیر(3/84)

[53] النیسابوري، نظام الدین الحسن بن محمد، غرائب القرآن ورغائب الفرقان، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی، 1416ھ(6/589)

[54] امام رازی، تفسیر الرازي = مفاتیح الغیب أو التفسیر الکبیر (16/177)

[55] الصنعاني، عز الدین، محمد بن إسماعیل بن صلاح الحسیني، التنویر شرح الجامع الصغیر، مکتبۃ دار السلام- ریاض، 1432ھ(6/484)

[56] امام ابو حیان اندلسی، البحر المحیط فی التفسیر (۸/ ۳۱)

[57] علامہ آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیہ، 1415ھ،(۳/ ۲۳۴)

[58] أبو علي القیسي، الحسن بن عبد اللہ القیسي، إیضاح شواھد الإیضاح، دار الغرب الإسلامي- بیروت، 1408ھ(1/115)

[59] ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح،، ج9، ص3696

[60] ابن اثیر الجزری، مبارک بن محمد، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، المکتبۃ العلمیہ، بیروت، ج3، ص278

[61] ابن الجوزي، جمال الدین، عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي، کشف المشکل من حدیث الصحیحین، دار الوطن- ریاض،(4/74)

[62] الزیلعی، مظہر الدین، المفاتیح فی شرح المصابیح، دار الکتب العلمیہ، 2012ء، ج5، ص153

[63] ابن رسلان، شھاب الدین، أحمد بن حسین، شرح سنن أبي داود، دار الفلاح- مصر، 1437ھ رسلان(19/69)

[64] الخطابی، حمد بن محمد، معالم السنن، مطبوعہ جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ، ج4، ص127

[65] علامہ زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس(5/170)

[66] علامہ زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس(30/32)

67 الخطابي، حمد بن محمد، معالم السنن، ج4، ص127

68 ابن الأثير، مجد الدين، المبارک بن محمد، النهاية في غريب الحديث والأثر، المكتبة العلمية- بيروت، 1399ھ (194/5)

69 ابن الاثير، النهاية في غريب الحديث والأثر (352/2)

70 امام الزمخشري، ابو القاسم جار الله، محمود بن عمر بن أحمد الزمخشري، أساس البلاغة، دار الكتب العلمية- بيروت، 1419ھ (591/1)

71 القاضي عياض، إكمال المعلم بفوائد مسلم (230/7)

72 الفيروزآبادي، مجد الدين، محمد بن يعقوب الفيروزآبادي، القاموس المحيط، مؤسسة الرسالة- بيروت، 1426ھ، (ص79)

73 صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب من سمى بأسماء الأنبياء، رقم الحديث: 464 (فتح الباري شرح صحيح البخاري)

74 المناوي، محمد عبد الرؤوف بن تاج العارفين، فيض القدير شرح الجامع الصغير، المكتبة التجارية الكبرى- مصر، 1356ھ، (111/4)

75 شيخ، خليل أحمد السهارنفوري، بذل المجهود في حل سنن أبي داود، مركز الشيخ ابي الحسن الندوی- انڈیا، 1427ھ (54/12)

76 امام احمد، مسند أحمد (218/19 ط الرسالة)

77 الكرمانی، الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاری، دار احياء التراث العربي، بيروت، ج6، ص57

78 ابن رسلان، شرح سنن ابی داؤد،، ج11، ص300

79 شهاب الدين، أحمد بن إسماعيل، الكوثر الجاري إلى رياض أحاديث البخاري، دار إحياء التراث العربي- بيروت، 1429ھ، (336/5)

80 ابن الملقن، سراج الدين، عمر بن علي بن أحمد الأنصاري الشافعي، التوضيح لشرح الجامع الصحيح، دار النوادر- دمشق، 1429ھ، (515/27)

81 العظيم آبادي، شرف الحق، محمد أشرف بن أمير بن علي، عون المعبود شرح سنن أبي داود، دار الكتب العلمية- بيروت، 1415ھ، (46/11)

82 النووی، ابو زکریا محیی الدین، شرح صحیح مسلم،، ج14، ص220

83 الأثيوبي، محمد بن علي، البحر المحيط الثجاج في شرح صحيح الإمام مسلم بن الحجاج، دار ابن الجوزي- رياض، 1436ھ، (318/35)

84 ملا علی قاری، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج7، ص2948

85 ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفة، بيروت، ج3، ص314

86 امام نووی، شرح النووي على مسلم (188/6)

87 البيضاوي، ناصر الدين، عبد الله بن عمر، تحفة الأبرار شرح مصابيح السنة، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية- كويت، 1433ھ، (406/1)

88 اسماعیل حقی، روح البیان، دار الفکر، بیروت، ج3، ص219

89 سهارنپوری، خلیل احمد، بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد،، ج3، ص167

90 امام نووی، شرح النووي على مسلم (190/8)

91 بدر الدين العيني، ابو محمد، محمود بن أحمد العينى، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، إدارة الطباعة المنيرية- مصر، ج8، ص182

92 شرف الدين، الحسين بن عبد الله الطيبي، الكاشف عن حقائق السنن (شرح المشكاة)، مكتبة نزار مصطفى الباز- مكه مكرمه / رياض، 1417ھ، (1714/5)

93 المعلم بفوائد مسلم (122/2)

94 ابن الملقن، التوضيح لشرح الجامع الصحيح، (295/26)

95 القسطلاني، أحمد بن محمد القسطلاني، إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، المطبعة الكبرى الأميرية- بولاق (مصر)، 1305ھ، (250/8)

96 القسطلانی، إرشاد الساري إلى شرح صحيح البخاري (250/8)

97 المناوي، زين الدين، محمد عبد الرؤوف بن تاج العارفين، التيسير بشرح الجامع الصغير، مكتبة الإمام الشافعي- رياض، 1408ھ، (97/1)

98 القسطلانی، إرشاد الساري إلى شرح صحيح البخاري (385/2)

99 محمد بن عبد الهادي السندي، ابو الحسن السندي، فتح الودود في شرح سنن أبي داود، مكتبة لينة (مصر)، 1431ھ (84/3)

100 عظیم آبادی، عون المعبود وحاشية ابن القيم (344/6)

101 مبارکفوري، عبید الله بن محمد عبد السلام، مرعاة المفاتیح شرح مشكاة المصابیح، الجامعة السلفیة- بنارس (انڈیا)، 1404ھ، (5/444)

102 مسلم بن الحجاج، الصحیح المسلم، دار احیاء التراث العربی، رقم 2220

103 لاشین، الأستاذ الدكتور موسی شاهین، فتح المنعم شرح صحیح مسلم، دار الشروق، الطبعة الأولی، 1423ھ-2002ء، ج8، ص625

104 القاضی عیاض، اكمال المعلم، ج7، ص108

105 النووی، شرح صحیح مسلم، ج14، ص220

106 علامہ آلوسی، شہاب الدین، روح المعانی، ج5، ص221

107 رشید رضا، محمد رشید بن علي رضا القلموني، تفسیر القرآن الحكیم (تفسیر المنار (، الهیئة المصریة العامة للكتاب، 1990ء، ج6، ص125

108 الخطابی، معالم السنن، ج4، ص127

109 انور شاہ کشمیری، العرف الشذی، ج3، ص213

110 ابن اثیر الجزری، النهایة فی غریب الحدیث، ج3، ص278